Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقررہ نصاب کے مطابق

اصطلاحات قرآن



الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم-33، نزد جمالی پُل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

اَلْوِلَاءُ وَالتَّوَالِیْ کے اصل معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو ان میں سے نہ ہو۔ وہیں سے استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا ہے۔ (مفردات راغب اصفہانی) ابن فارس بھی اَلْوَلِیُّ کے معنی کسی کے قریب اور نزدیک ہونا لکھے ہیں۔ قریب ہونے کے اعتبار سے الولی کے معنی ہوتے ہیں دوسری چیز کا پہلی چیز کے بعد ساتھ ہی ہونا۔ (محیط الحیط) قرب کے اعتبار سے اَلْوَلِیُّ دوست اور مدد گار کو کہتے ہیں۔ (لغات القرآن) اَلْمُوَالَاۃُ ایک دوسرے سے محبت اور دوستی کرنا، معاہدہ کرنا، ایک دوسرے کے قریب ہونا۔ اَلْوِلَایَۃُ سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں۔ (محیط الحیط)

قرآن حکیم میں یہ مادہ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ کسی کی طرف رخ کرنا فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا (البقرہ: ۱۱۵) روگردانی کرنا مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ (البقرہ: ۱۴۲) حاکم بن جانا اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِی الْاَرْضِ (البقرہ: ۲۰۵) غلبہ و اقتدار هُنَالِكَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ (الکہف: ۴۴) مدد گار، حمایتی نِعْمَ الْمَوْلٰى (الانفال: ۴۰) بمعنی وارث بھی آیا ہے جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا (بنی اسرائیل: ۳۳) بمعنی رشتیدار خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ (مریم: ۵) تَوَلَّاہُ کے معنی اس کی پیروی کرنا اور اسے اختیار کرنا بھی ہیں

اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (النحل: ۱۰۰)

"اس کا زور تو اسی پر چلتا ہے جو اس کی پیروی کرتے ہیں یا اسے اختیار کرتے ہیں۔"

قرآن حکیم میں ۳۲ سے زیادہ مقامات پر ہمیں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور انسان کا تعلق رفاقت کا ہے۔ اگر انسان اپنی دل کو حق کی قبولیت کے لیے مستعد کرے اور اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرے تو اللہ تعالیٰ کا وَلِیٌّ بن جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے ایک طرف اللہ تعالیٰ کو مومنین کا وَلِیٌّ کہا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ:۲۵۷)

"اللہ ان لوگوں کا ساتھی و مددگار ہے جو ایمان کی راہ اختیار کرتے ہیں۔"

دوسری طرف مومنین کو اولیاء اللہ کہا ہے

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ (یونس:۶۲)

"یاد رکھو! جو اللہ کے دوست ہیں ان کے لیے نہ تو کسی طرح کا خوف ہوگا نہ کسی طرح کی غمگینی۔"

اس جماعت کو اولیاء اللہ کے لقب سے پکارا گیا ہے یعنی وہ اللہ کے دوست ہیں اور اس کے چاہنے والوں کے گروہ میں داخل ہیں۔ یہی گروہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا گروہ ہے اور ان کے لیے آخرت میں ایک ایسی زندگی کی بشارت ہے جس میں نہ ماضی کا کوئی پچھتاوا ہوگا نہ مستقبل کا کوئی اندیشہ۔

اگلی آیت میں ان کی خوبی یہ بتائی ہے کہ

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ (یونس:۶۳)

"جو لوگ قرآن حکیم پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی ہدایت و قوانین کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔" سورۃ جاثیہ میں بھی انہی متقین کو اپنا ولی شمار کیا ہے:

وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹﴾ (آیت:۱۹)

"اللہ متقی انسانوں کا ولی ہے۔"

ان کی پہچان یہ بتادی کہ

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ (یونس:۶۴)

"انہیں اس دنیا میں بھی غلبہ و تمکن زندگی کی خوشگواریاں حاصل ہوتی ہیں اور آخرت میں جنت نعیم کی بشارت ہے۔" آخرت کی زندگی کو تو یہاں دیکھا نہیں جا سکتا لیکن یہاں کی زندگی تو سب کے سامنے ہوتی ہے۔ لہٰذا اولیاء اللہ وہ جماعت مومنین ہیں جنہیں زندگی کی شادابیاں اور سرفرازیاں حاصل ہوں۔ اور وہ دنیا میں صرف نظام

خداوندی کے قائم کرنے سے ہی ہو سکتی ہیں۔ زندگی کی یہ شادابیاں اور سرفرازیاں مسلکی گروہ اور فرقے نہیں پا سکتے۔

لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ (یونس:۶۴)

"اللہ تعالیٰ کے قوانین غیر متبدل ہیں۔"

یہاں كَلِمٰتِ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کے قوانین ہیں۔ اللہ کے قوانین اٹل ہیں، ان کا نتیجہ لازماً ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہے

ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ؕ﴿۶۴﴾ (یونس:۶۴)

"یہی سب سے بڑی کامیابی ہے جو انسان کے حصہ میں آسکتی ہے۔"

اس کے لیے بھی قرآن حکیم نے اس جماعت کو خوشخبری دی ہے جو خود کو مسلمین کہلاتی ہو۔ فرمایا:

نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِيۡمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۳۳﴾

(حٰمٓ السجدہ:۳۱-۳۳)

"ہم تمہارے رفیق و مددگار ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور تمہیں اس حیات بہشتی میں ہر طرح کا اختیار اور حکم بخش دیا گیا ہے۔ جس چیز کو تمہارا جی چاہے تمہارے لیے مہیا کرتا ہے۔ اور جو نعمت اللہ سے مانگو گے تمہیں عطا ہو گی۔ یہ مقام تمہیں خدائے غفور الرحیم کی طرف سے عطا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر اور کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور اعمال صالحہ کرے اور کہے کہ میں مسلم ہوں۔"

سورۃ الجمعہ میں اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء اللہ کی ایک پہچان بتائی ہے:

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ هَادُوۡۤا اِنۡ زَعَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ اَوۡلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۶﴾ (آیت:۶)

”اے پیغمبر! یہودیوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو اس بات کا دعویٰ ہے کہ تمام بندوں میں سے صرف تم ہی اللہ کے ولی اور دوست ہو تو اس کی آزمائش یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں موت کی آرزو کرو۔ اگر تم سچے ہو گے تو ضرور ایسا ہی کرو گے۔“

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے دوستوں کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ جب انہیں جان دینے اور زندگی اور اس کی لذتوں سے دستبردار ہو جانے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ لبیک کہتے ہوئے اس طرح دوڑتے ہیں گویا پیاسوں کو پانی کی پکار سنائی دے۔ پر جو جھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ولایت سے محروم ہیں وہ جان مشقت میں ڈالنے سے انکار کر دیتے ہیں اور یہ ان کے جھوٹے ہونے پر مہر ہے جو خود انہوں نے اپنے اوپر لگا دی ہے۔

سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کسی کو وہ چاہتا ہے کہ سعادت و کامرانی کی راہ دکھا دے تو اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور وہ اس کی سچائی پا لیتا ہے۔ سعادت و کامرانی کا وہ سچا راستہ اسلام کا راستہ ہے اور یہی تمہارے پروردگار کی صراط مستقیم ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو دھیان دینے والے ہیں راہِ حق کی نشانیاں کھول کھول کے بیان کر دی ہیں۔ پھر ایسے ہی لوگوں کے لیے فرمایا:

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ هُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

(سورۃ الانعام:۱۲۷)

”ان لوگوں کے لیے (جنہوں نے اللہ کی سیدھی راہ پر قدم اٹھایا) ان کے پروردگار کے حضور سلامتی و عافیت کا گھر ہے اور ان نیک عملوں کے صلہ میں وہی ان کا ولی ہے۔“ ان آیات سے متشرح ہوتا ہے کہ ایمان، اسلام اور اطاعت والی عملی زندگی سے ہر مومن ولی بنتا ہے۔

ہم قرآن حکیم میں دیکھتے ہیں کہ ایمان، اسلام اور اطاعت کے مقابلہ میں ایک لفظ تَوَلَ کا آیا ہے، جس کا مادہ ول ی ہے۔ ہم اس مادہ کے ایک معنی روگردانی کرنا بتا چکے

ہیں۔ البقرہ کی آیت ۱۳۷ میں فَاِنْ اٰمَنُوْا کے مقابلہ میں وَ اِنْ تَوَلَّوْا یعنی ایمان سے روگردانی۔ سورۃ آل عمران کی آیت ۲۰ میں فَاِنْ اَسْلَمُوْا کے مقابلہ میں وَ اِنْ تَوَلَّوْا یعنی اسلام سے روگردانی۔ سورۃ نساء کی آیت ۸۰ میں اَطَاعَ اللہ کے مقابلہ میں وَمَنْ تَوَلّٰی یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی۔ یہ روگردانی ضروری نہیں کہ ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کیا جائے بلکہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ اسی مذہب کے اندر رہتے ہوئے اس کی پوری پوری اطاعت نہ کی جائے بلکہ آدمی گریز کی راہیں نکالتا رہے یا اپنے گروہی اور مسلکی پیشواؤں کی تشریحات کے نتیجہ میں قرآن کے بتائے ہوئے ایمان، اسلام اور اطاعت کے لوازمات کو چھوڑ کر رسومات کو دین کا درجہ دے دیا جائے اور اسی کے اتباع کو دین کی اطاعت بنا دیا جائے۔

قرآن حکیم نے ایسے تمام لوگوں کو جو کسی بھی صورت میں ایمان، اسلام اور اطاعت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی وحی کی ہدایت جو انہیں ظلمات اور اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتی ہے کے علاوہ دیگر راستوں پر بھٹکتے پھرتے ہیں اولیاءُ الشیطان کا نام دیا ہے۔ یہ شیطان کی جماعت اولیاء اللہ کی ضد اور مخالف ہوتی ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں وہ تمام قوتیں جو تعلق الٰہی اور حق و صداقت کی مخالف ہیں شیطانی قوتیں ہیں۔

سورۃ اعراف میں اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطان کے درمیان اس فرق کی صاف صاف تصریح بیان ہوئی ہے، فرمایا:

فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ (آیت:۳۰)

”اللہ نے دو فریقوں میں سعادت و شقاوت کو تقسیم کر دیا۔ اس نے ایک جماعت کو ہدایت دی ہے اور ایک فریق ہے کہ گمراہی اس پر چھا گئی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں (یعنی

دوسری جماعت کے گمراہ) کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا ولی بنالیا ہے (یعنی مفسدوں اور شریروں کی تقلید کی۔) ان سب باتوں کے باوجود سمجھتے ہیں کہ راہ راست پر چل رہے ہیں۔" اسی سورۃ میں اس سے کچھ پہلے ایمان و مومنین کے مقابلے میں اولیاء الشیطٰن کا ذکر ہوا ہے:

اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ (الاعراف:۲۷)

"ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا ولی یعنی آشنا ہمدم بنا دیا ہے جو ایمان سے محروم ہیں۔"

سورۃ الکہف میں شیطان کا ذکر کر کے فرمایا:

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ (آیت:۵۰)

"پھر کیا تم مجھے چھوڑ کر (کہ تمہارا پروردگار ہوں) اسے اور اسی کی نسل کو اپنا کارساز بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ (دیکھو!) ظلم کرنے والوں کے لیے کیا ہی بری تبدیلی ہوئی!"

اب یہ ذریتِ شیطان جن کو ہدایت و قوانین الٰہی کے مقابلہ میں اپنی رہبری اور کارسازی کے لیے منتخب کیا جاتا ہے ان کی راہ کون دکھاتے ہیں، ترغیب کون دیتے ہیں اور انکے ہاتھوں جھوٹی سعادت کی خوشخبری کون دیتے ہیں؟ یہ عالم آشکار ہے کہ یہ گروہی مذہبی پیشوا ہی اس کے ذمے دار ہیں۔ لوگ ان کی تقدیس میں پھنس کر انہیں پہنچے ہوئے اور منجھے ہوئے عالم سمجھ کر ان کی تقلید کرتے ہیں۔ لیکن وہ پیشوا دراصل اپنے مالی مفادات کے لیے قرآن حکیم کے مقابلہ میں رسومات کا مذہب انہیں تھما دیتے ہیں۔ یہی لوگ جس طرح ایک طرف اولیاء اللہ ہوتے ہیں تو یہ دوسری طرف اولیاء الشیطٰن بن کر فتنہ، فرقوں اور توہمات کی زندگی میں پھنسا کے رکھ دیتے ہیں۔ ان اولیاء

الشیطان کے بھی اولیاء اللہ کی طرح مدارج و مراتب ہیں۔ آخری مرتبہ درجۂ کفر ہے۔ قرآن حکیم میں ان کے متعلق ارشاد ہے:

وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَوۡلِیٰٓـُٔہُمُ الطَّاغُوۡتُ ۙ یُخۡرِجُوۡنَہُمۡ مِّنَ النُّوۡرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۵۷﴾ (البقرہ:۲۵۷)

"اور جن لوگوں نے راہِ کفر اختیار کی سو ان کے اولیاء طاغوت ہیں جو انہیں نور و ہدایت سے نکال کر ضلالت کی ظلمات میں مبتلا کرتے ہیں۔ یہ لوگ اصحاب النار ہیں اور ہمیشہ دوزخی عذابوں میں رہیں گے۔"

طاغوت سے مراد بھی شیطان اور اس کے خلفاء اور مظاہر ہی ہیں، تو ایسے لوگ اصحاب النار ہیں۔

سورۃ محمد میں قرآن حکیم نے ان دونوں فریقوں کے انجام کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ مَوۡلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ اَنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ لَا مَوۡلٰی لَہُمۡ ﴿۱۱﴾ (آیت:۱۱)

"یہ اس لیے ہے کہ جو لوگ (وحی کے بتائے ہوئے راستہ پر) ایمان رکھتے ہیں ان کا مولیٰ (دوست، رفیق، کارساز) اللہ ہے۔ اور جو اس راستے کی مخالفت کرتے ہیں ان کا کوئی مولیٰ نہیں ہو سکتا۔" یعنی جو شخص یا قوم قوانین خداوندی کی خلاف ورزی کرے اس کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔

قرآن حکیم نے ایمان، اسلام اور ہر قسم کی اطاعت اور وفاداری کے لیے وحی کی پیروی کی ہدایت کی ہے اور اس کے علاوہ پیروی کی سختی سے منع کی ہے:

اِتَّبِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ لَا تَتَّبِعُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۳﴾ (الاعراف:۳)

"لوگو! جو کچھ تمہارے پروردگار کی جانب سے تم پر نازل ہوا ہے اس کی پیروی کرو! اس کے سوا (اپنے ٹھہرائے ہوئے دوسرے) مددگاروں (اولیاء) کے پیچھے نہ

چلو۔(افسوس تم پر!) بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تم نصیحت پذیر ہو۔"

قرآن حکیم نے اس مسئلہ پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ تم اپنے پیشواؤں کو چھوڑ کر صرف قرآن کی پیروی کرنے میں ہچکچاتے ہو اور تامل سے کام لیتے ہو۔ لیکن ساتھ ہی آیت ۴ میں انتباہ بھی دیا ہے کہ اس طرح کی روش چلنے والی کتنی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے اسی طرح کے پاداش عمل میں ہلاک کر دیا۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ لوگ راتوں رات بے خبر سو رہے تھے یا دوپہر کے وقت استراحت میں تھے کہ اچانک عذاب کی سختی نمودار ہو گئی۔

اسی طرح ایمان، اسلام اور اطاعت کے متعلق صاف الفاظ میں قرآن حکیم نے دوسرے اولیاء یار ہنما اور مددگار بنانے سے قطعی منع کیا ہے، چاہے وہ تمہارے آباء اور بھائی کیوں نہ ہوں۔

ارشاد ہوا ہے:

لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ (التوبہ:۲۳)

"اگر تمہارے ماں باپ اور بہن بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں تو انہیں اپنا رفیق و کارساز نہ بناؤ۔"

اللہ تعالیٰ نے اطاعت کے دوسرے دعویداروں کے ساتھ رہنمائی اور مددگاری (ولایۃ) کا تعلق جوڑنے کی منع کی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ (المائدہ:۵۱)

"ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو (جو تمہاری دشمنی میں سرگرم ہو گئے ہیں) اپنا رفیق و مددگار نہ بناؤ۔ وہ (تمہاری مخالفت میں) ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ تم میں سے جو کوئی انہیں رفیق و مددگار بنائے گا تو وہ انہیں میں سے سمجھا جائے گا۔"

قرآن حکیم نے اس حقیقت کو تاکید کے ساتھ دہرایا ہے کہ مومن ایک دوسرے کے اولیاء ہو سکتے ہیں مگر مومن کسی غیر مومن کا ولی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ ایک دوسرے کے ہمراز، رفیق اور دوست وہی بن سکتے ہیں جن کا منزل مقصود تک پہنچنے کا راستہ ایک ہی ہو۔

اس لیے جب یہود و نصاریٰ نے اسلام سے مخاصمت برت کر اپنا راستہ ہی الگ کر دیا ہے تو ان سے مودّت اور رفاقت کیسی؟ لیکن یہ بات دھیان میں رہے کہ مودت اور رفاقت ایک الگ چیز ہے اور اشتراک عمل ایک الگ چیز ہے۔ جس طرح ماں باپ بہن بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں تو انکو ولی بنانا منع ہے لیکن رشتہ کے اشتراکِ عمل اور سماجی تعاون کی ضروری شکلیں تو قائم رہیں گی۔ بالکل اسی طرح کا حکم یہود و نصاریٰ کے لیے ان کو اولیا نہ بنانے کا ہے کہ ایمان کی باتوں میں ان سے رفاقت اور مددگاری کا تعلق قائم نہیں ہو گا لیکن اس کے باوجود دنیا کے اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کیا جا سکتا ہے۔ خاص طور پر انسانی بھلائی کے کاموں کی ترقی اور انسانیت کش کاموں کی بیخ کنی میں ان کے ساتھ اشتراکِ عمل کیا جا سکتا ہے جو خود بھی ان کاموں کے احیاء کے لیے سرگردان ہوں۔

بالکل اسی طرح جس طرح قرآن حکیم کے مذکورہ ارشادات کے باوجود آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں ریاست کی بنیاد رکھنے کے لیے میثاق مدینہ کیا، جس میں مسلمانوں نے مدینہ کے مختلف قبائل مدینہ کے یہودیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو ملا کر قومی مقاصد کے تحفظ کے لیے "دولت عربیہ" کی بنیاد رکھی۔ اسی میثاق مدینہ میں شامل تمام گروہوں کے لیے لکھا گیا کہ یہ سب مل کر ایک ملت واحد کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ تو اسی طرح کا تعاون لَا تَتَّخِذُوْا کے حکم میں نہیں آتا۔

قرآن حکیم نے بتا دیا ہے کہ اعلیٰ انسانیت کا قیام مسلمانوں کی ذمے داری ہے۔

اس لیے وہ انسانیت کے مشترکہ مقاصد کے لیے صالح انسانیت کو مجتمع کریں۔ سچے ایمان والے (صرف ظاہری شناخت اور دعوے والے نہیں) کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوں، آخرت کے حساب والے دن حساب دینے کے لیے تیار ہوں، اور ان کے اعمال بھی اسی ایمان کے تقاضوں کے مطابق ہوں تو ان کا انتخاب کریں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَ النَّصٰرٰی وَ الصّٰبِـُٔوۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۲﴾ (البقرہ: ۶۲)

”جو لوگ (پیغمبر اسلام پر) ایمان لا چکے ہیں وہ ہوں یا وہ لوگ ہوں جو یہودی ہیں یا نصاریٰ اور صابی ہوں (کوئی ہو اور کسی جماعت سے ہو) لیکن جو کوئی بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس کے اعمال بھی اچھے ہوئے تو وہ اپنے ایمان و عمل کا اجر اپنے پروردگار سے ضرور پائے گا۔ اس کے لیے نہ تو کسی طرح کا کھٹکا ہو گا نہ کسی طرح کی غمگینی۔“

یہ حقیقت بھی قرآن حکیم نے بتائی ہے کہ اہل کتاب میں بہت تھوڑے ہیں جو ایمان والے شمار کیے جا سکتے ہیں۔ اب مسلمانوں، یہود و نصاریٰ یا صابئین میں جو بھی لوگ قرآن حکیم کی اس آیت کی روشنی میں مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ اور عمل صالح والے ٹھہریں گے وہ انسانیت کے ان اعلیٰ مقاصد کے لیے اشتراک عمل کر سکتے ہیں جن مقاصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام ﷺ کو قرآن حکیم کے ذریعہ سے تمام انسانوں کے لیے مشترکہ نکات پر اکھٹے کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ حکم تھا کہ:

قُلۡ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَکُمۡ (آل عمران: ۶۴)

”(اے پیغمبر!) تم (یہود اور نصاریٰ سے) کہہ دو کہ اے اہل کتاب! (اختلاف و نزاع کی ساری باتیں چھوڑ دو) اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے دونوں کے

لیے یکساں طور پر مسلّم ہیں۔"

یہ بلاوا اعلیٰ انسانیت کے قیام کے لیے ہے کہ آؤ اس امر پر اتفاق رائے کرتے ہوئے باہمی تعاون اور یکجہتی کے ساتھ اس کے عام کرنے اور اس کے تقاضوں کی تکمیل پر مل کر کام کریں۔

مسلمانوں پر ذمے دارے ہے کہ وہ خیر امت کے طور پر پوری انسانیت کے لیے مثال بنیں گے کیونکہ وہ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ ہیں۔ وہ اعلیٰ انسانیت کے لیے اپنے ہاں سلامتی و فلاح کا آخری ایڈیشن اور نمونہ موجود رکھتے ہیں۔ اس کو ہر دور میں لِیُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ بنانے کی ذمہ داری ان کے سر پر ہے۔ ان کا دین پوری انسانیت کا دین ہے اس کی برکات اور فلاح و سلامتی سے انسانیت کو بہرہ ور کرنا ان کی ذمے داری ہے۔ انسانیت کے لیے مسلمانوں کی یہ ذمے داری ختم نہیں ہوئی۔

❖❖